

کچی آبادی کو گرانے کا مسئلہ

مولانا ریاض الحسن نوری

اس سلسلے میں خاکسار کا موقف قرآن و سنت کے مطابق یہ ہے کہ حکومت کو اب کچی آبادی ختم کرنے کا کوئی حق نہیں : اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں :

ان الارض لله يودّ ثها من يشاء من عباده (الاعراف : ۱۲۸)

یعنی زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے۔

اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ وارث ملک بننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ملک زمین سے لے لیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین کا احیاء کیا جائے۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس سلسلے میں یوں ہے :

عن عروۃ عن عائشۃؓ، قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”البلاد بلاد اللہ، والعباد عباد اللہ، ومن احی من موات الارض

شیئاً فهو له، وليس لعرق ظالم حق“، انتھی، ومن طریق

الطیالسی الدارقطنی فی ”سننہ“، والبخاری فی ”مسندہ“، وأخرجہ

الطبرانی فی ”معجمہ الوسط“ عن رواہ ابن الجراح ثنا نافع

بن عمر عن ابن ابی ملیکۃ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃؓ نحوه۔

وأما حدیث عبادۃ: فرواہ الطبرانی فی ”معجمہ“ حدثنا

یوسف القاضی ثنا محمد بن ابی بکر المقدمی ثنا الفضل بن

سليمان عن موسى بن عقبه حدثنا اسحاق بن يحيى بن الوليد بن عبادة بن الصامت عن عبادة بن الصامت، قال: إنه من فضل رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه ليس لعرق ظالم حق، انتهى۔

(زلمي: نصب الراية: كتاب الغصب)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب علاقے اللہ کے ہیں اور بندے بھی سب اللہ کے ہیں۔ جس نے مردہ زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو اس کو آباد کیا تو وہ اس کی ملک بن جائے گی۔ اس کے بعد اس پر کسی ظالم کا حق نہیں ہے۔

اس کے زلمی نے مختلف حوالے دیے ہیں اور عبادة بن صامت کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ ہے کہ جو زمین ایک مرتبہ آباد ہو جائے (یعنی اس پر ہل چل جائے یا مکان بن جائے) تو پھر کوئی دوسرا اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

یہ تحقیق علیہ مسئلہ ہے کہ جو زمین کسی کی ملکیت نہ ہو اور آبادی سے اتنی دور ہو کہ آبادی کے کنارے سے آواز دی جائے تو وہاں نہ پہنچ سکے تو ایسے مقام پر اگر کوئی مکان بنائے تو وہ زمین اس کی ملک ہو جائے گی چاہے بالکل مٹی کا کچا مکان ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی زمین پر مکان بنانے کے لیے حکومت کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

واما احياء السموات فجائز بدون اذن الامام في مذهب الشافعي وأحمد وإبي يوسف ومحمد، واشتروط أبو حنيفة أن يكون باذن الامام۔ وقال مالك: إن كان بعيدا عن العمران بحيث لا تباح الناس فيه لم يحتاج إلى إذنه، وإن كان ممّا قرب من العمران ويباح الناس فيه افتقر إلى إذنه۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸: ۵۸۶)

یعنی مردہ زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو (اور وہاں کوئی نہ رہتا ہو اور نہ کاشت کرتا ہو) اس کو مذریعے زراعت یا مذریعہ مکان بنانے کے حوالہ یاد کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے وہ زمین اکی ملک ہو جائیگی۔ ایسا کرنے کیلئے امام شافعیؒ و احمد والیوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حکومت کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حکومت کی اجازت یعنی چاہیے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر وہ

جگہ آبادی کے قریب ہے اتنی قریب کہ اسے آبادی کا حاشیہ یا ایک قسم کا صحن کہا جاسکے تو پھر تو اجازت کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر آبادی سے ہٹ کر ہے۔ تو آبادی والوں کی اجازت کی ضرورت نہیں تو پھر بغیر کسی کی اجازت کے اس زمین کو آباد کر کے ملکیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اسلام میں جنگل سے خمر گوش پکڑنے۔ یا کوئی اور جانور پکڑنے یا دریا سے مچھلی پکڑنے کے لیے کسی حکومت کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ یہی حال زمین کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے جو حکومت کی اجازت کا ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس احتیاط کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے کا خطرہ نہیں پیدا ہوگا ورنہ حکومت سے اجازت مانگی جائے تب اس پر اجازت دینا فرض ہے۔ کوئی احسان نہیں۔ انکار کرنا ناجائز ہوگا۔

اس سلسلے میں امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں جو مخالف امام ابو حنیفہؒ پر کرتے ہیں کہ: حدیث میں امام کی اجازت کا ذکر نہیں تو امام ابو حنیفہؒ کیوں امام کی شرط عائد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ابو حنیفہؒ نے جو بات کہی ہے وہ اس باب میں مروی آثار کو رد نہیں کرتی۔ حدیث کا رد جب ہوتا جب کہ وہ یہ کہتے کہ: اگر وہ اس زمین کو امام کی اجازت سے آباد کرے تو بھی وہ اس کی ملکیت نہیں بنے گی۔ اب جو یہ کہتا ہے کہ (اس ضرورت میں) زمین اس فرد کی ملکیت ہو جائے گی تو یہ کہنا اس اثر کا اتباع ہوا۔ اضافہ صرف امام کی اجازت ضروری قرار دینے کا کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے باہمی نزاعات کا سد باب ہوا ایک دوسرے کو ضرر رسانی کی نوبت نہ آئے۔

۲۶۳۔ باوجود اس کے میری رائے یہی ہے کہ ایسی شکل میں جب کہ احیاء سے کسی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ رہا ہو اور نہ کوئی اس کے خلاف عذر وار ہو، رسول اللہؐ کی (وی ہوئی) اجازت قیامت تک کام آتی رہے گی۔ لیکن اگر ضرر رسانی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا علاج اس حدیث کی روشنی میں کیا جائے گا کہ:

”ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں“

۲۶۴۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے انہوں نے عاکشہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا :
 ”جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی تو وہ اس کے لیے ہے اور ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں“
 ۲۶۵۔ حجاج بن ارطاة نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ان کے دوا سے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا :

”جس نے کوئی موات زمین زندہ کی وہ اس کے لیے ہے“

۲۶۶۔ محمد بن اسحاق نے یحییٰ بن عروہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے :
 ”جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی وہ اس کے لیے ہے، اور کسی ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں“
 عروہ کہتے ہیں کہ : مجھ سے ایک صاحب نے جنھوں نے کھجور کے اس (زیر زراع) درخت کو دیکھا حدیث بیان کی ہے کہ اس کی جڑ میں کھارے مارے جا رہے تھے ؛
 ۲۶۷۔ لیث نے طاؤس سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

”عادی زمینیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں، اور اس کے بعد تمہارے لیے ہیں، چنانچہ جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کر لیا، وہ اس کے لیے ہے“
 امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ایک اور مقام پر لکھا ہے :
 ۲۸۹۔ ایک شخص نے زمین پر پتھر لگا دیے۔ اس کے بعد ایک دوسرا آیا اور اسے آباد کر لیا۔ دونوں

۱۔ اور کھجور کے اس درخت کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے۔ پورا واقعہ سبل السلام طبع ثانی جلد دوم ص ۹۸
 ۲۔ عادی کے معنی قدیم کے ہیں۔ عا و عرب قدیم کا ایک فرد تھا جس کی طرف حضرت ہود کی قوم منسوب ہے۔ پرانی چیز کو عادی اسی نسبت سے کہنے لگے۔ گویا کہ وہ چیز اتنی قدیم ہے جتنی کہ عادی یہاں اس سے مراد وہ زمینیں ہیں جو زمانہ قدیم سے غیر مملوکہ چلی آرہی ہوں۔

۳۔ کتاب الخراج (اردو ترجمہ) ص ۲۵۴ - ۲۵۵

اپنا قضیہ کر کے عبدالملک کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں اس زمین کا سب سے زیادہ حق دار امیر المومنین ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عروہ کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے عروہ نے جواب دیا کہ تمینوں میں سب سے بعد کا حق امیر المومنین کا ہوگا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کیوں۔ انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔ بندے اللہ کے ہیں، زمین اللہ کی ہے۔

ابن حزم جن کو سنہ ۴۵۰ھ میں حاکم بن علی نے تخت پر بٹھا دیا، انہوں نے اس مسئلے میں الحکم کی کتاب کا حیار الموات مسئلہ نمبر ۱۳۲۸ کے تحت طبری تفصیل سے لکھا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ اور خلاصہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: مردہ زمین کو آباد کرنا جاگیر دینا۔ زمین کا خاص کر دینا اور وہ شکار جو چلا جائے۔

۱۳۲۸۔ مسئلہ: مردہ زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اور معروف طور پر وہ زمانہ اسلام میں آباد نہ ہوئی ہو۔ ایسی ہر زمین اسی شخص کی ملک ہو جائے گی جو اسے آباد کرے گا۔ چاہے امام کی اجازت کے بغیر آباد کرے اور چاہے امام کی اجازت کے بغیر آباد کرے۔ اس مسئلے میں امام یا امیر کی اجازت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چاہے وہ زمین کا قطعہ شہر میں مکاتوں کے درمیان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کوئی زمین یا چراگاہ اپنے لیے خاص کرے۔ اگر امام کسی کوئی خاص زمین بطور خاص ودیعت کرے تو اگر اہل قریہ میں سے کسی کو اس سے ضرر پہنچ رہا ہو تو پھر کسی کو بھی جائز نہیں کہ کسی قطعہ کو اپنے لیے خاص کرے چاہے امام نے اس کو دیا ہو۔ جیسے ملک کی کان یا پانی کا چشمہ چراگاہ۔ بازار کا حین یا چوک۔ یا سڑک کا حصہ۔ مسجد کا حصہ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جب کوئی احیار یا احیار کے بغیر ایک دن کے لیے بھی جس زمین کا مالک ہو گیا تو وہ ہمیشہ کے لیے اس کی ملک ہو جائے گی چاہے وہ بعد میں غیر آباد ہو جائے اور مثل سابق اس کی حالت ہو چاہے وہ پھر بھی اسی کی ملک رہے گی۔ اب کسی دوسرے کے لیے اس کا امکان نہیں کہ وہ دوبارہ احیار کے ذریعے اس کا مالک بن سکے یہ حکم ابد تک کے لیے ہے۔ اور اگر حالت یہ ہو جائے کہ لمبی مدت کے بعد کوئی بھی نہ جانے کہ یہ کس کی ملک تھی یا اس کو کس نے آباد کیا تھا۔ تو ایسی صورت میں معاملہ امام پر منحصر ہوگا۔ اب اس کا مالک بغیر امام کی اجازت کے کوئی نہیں بن سکتا۔

لوگوں نے اس معاملہ میں اختلاف کیا ہے۔ پس ابو حنیفہ نے کہا کہ احیار کے لیے امام کی اجازت

ضروری ہے۔ امام مالکؒ نے کہا جو جگہ آبادی کے قریب ہو جہاں آبادی والوں کا ہر وقت چلنا پھرنا ہو تو ایسی جگہ کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے۔ البتہ جو جگہ آبادی سے دور جنگل یا صحرا میں ہو اور آباد نہ ہو تو اس کو آباد کرنے کے لیے امام کی ضرورت نہیں۔ اور ایسی جگہ بھی اگر آباد کرنے کے بعد بالکل ترک کر دی جائے اور اتنا لمبا عرصہ گزر جائے کہ وہ جگہ پھر سے غیر آباد اور متروک سابقہ مردہ حالت پر آجائے تو اس صورت میں جو دوسرا اسے آباد کرے اس کی ہو جائے گی اور پہلے کی ملکیت اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح امام مالک کے نزدیک اگر کوئی شکار کے جانور کو کپڑے تو وہ کپڑے ملے کی ملک ہو جائے گا۔ لیکن اگر شکار بھاگ جائے اور جنگلی جانوروں میں مل جائے تو اب اسے جو بھی کپڑے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گا۔ چاہے اس شکار کے کان میں بالی ہو۔ یا اسی قسم کی کوئی چیز ہو۔ ایسی صورت میں بالی تو اس کی ملک ہی ہوگی جس نے وہ بالی وغیرہ ڈالی تھی لیکن شکار اس کا ہوگا جس نے اس کو دوسری بار پکڑا ہے حسن بن حمی نے تو یہ کہہ دیا کہ موات کی زمین صرف عرب کی زمین ہے البویوسفؒ نے یہ کہا کہ جو مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی اور اس معاملہ میں امام کی اجازت کی ضرورت نہیں لیکن موات کی حد ان کے نزدیک یہ ہے کہ جو شہر کے کنارے کی آبادی سے زور سے آواز لگائے گا تو جہاں تک آواز پہنچتی ہے۔ موات اس سے بعد کا علاقہ ہوگا۔ اور آبادی سے نزدیک کا علاقہ امام کی اجازت کے بغیر آباد نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن ان کے برعکس عبداللہ بن حسن۔ محمد بن الحسن شافعی، ابو ثور، ابوسلمان اور ان کے اصحاب بالکل ہماری رائے کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جولوگ البوصیفہؒ کی رائے رکھتے ہیں ان کی بنیاد اس روایت پر ہے جو عمر بن دافع عن موسیٰ بن یسار عن محول عن جنادہ بن ابی امیہ کے طریق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم طلب کے قریب وابق کے مقام پر مقیم ہوئے۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح ہمارے امیر تھے۔ تو حبیب بن سلمہ نے ایک رومی کو قتل کیا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس مقتول کے مال میں سے خمس حکومت کا حصہ لے لیں۔ اس پر حبیب نے ان سے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو مقتول کے سلب کو قاتل کا حصہ بتایا ہے۔ اس پر معاذ بن جبل کہنے لگے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ انسان کو وہی کرتا چاہیے جس میں اس کا امام خوش ہو۔ اس دلیل کو لیتے ہوئے کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ موات

کیونکہ کسی کی ملکیت نہ تھی اس لیے اس کی مثال بیت المال کی سی ہو گئی۔

جواب میں ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ جو روایت بلکہ اثر جو بیان ہوا یہ موضوع روایت ہے۔ کیونکہ اس کا راوی عمرو بن واقد۔ علمائے اثر کے نزدیک متفقہ طور پر مترکک ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ اثر بھی ان کے خلاف حجت بنتا ہے۔ کیونکہ اس اثر کی مخالفت کرنے والے لوگ بھی یہی ہیں کیونکہ سب سے پہلے ان لوگوں نے ہی یہ بات کہی کہ شکار کو جو کوئی بھی بغیر امام کی اجازت کے پکڑے وہ اس کی ملکیت بن جائے گا اور اگر یہ شکار کے معاملہ میں یوں کہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے تو یہ بات جھوٹ ہوگی۔ کیونکہ بعض تابعین یہ کہتے ہیں کہ شکار اگر دارالحرب سے پکڑا جائے تو وہ پکڑنے والے کی ملک نہیں ہوگا بلکہ غنیمت میں شامل ہوگا۔ پس ایسے جھوٹے اثر (روایت) سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی جس میں کہا گیا ہے کہ سلب قاتل کو ملے گا۔

مزید مردہ زمین کو بیت المال سے تشبیہ دینا یہ محض قیاس ہے اور یہ قیاس تو باطل ہے۔ کیونکہ بیت المال میں جو چیز آتی ہے وہ تو کسی نہ کسی کی ملکہ ہوئی ہے اور بطور جزئیہ یا صدقہ کے آتی ہے یا ایسا مال آتا ہے جن کا کوئی مالک تھا لیکن اب مالک مفقود ہوتا ہے۔ یعنی اس کے مالک کا علم نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے بیت المال میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ پس یہ جائز نہیں کہ ایسی چیز کو جس کے متعلق علم ہی نہ ہو کہ اس کا کوئی مالک تھا یا نہیں تھا اس کو اس چیز کے مشابہ نہیں قرار دیا جاسکتا جس کے متعلق علم ہو کہ اس کا کوئی مالک تھا۔

اگر ایسا قیاس درست ہوتا تو ارض الموت جس کا کوئی مالک نہیں اس کا قیاس شکار اور جنگل کی لکڑی پر کرنا زیادہ صحیح اور مناسب ہوتا۔ لیکن ایسے قیاس کی نہ کوئی تحسین کرتا ہے اور نہ ایسا قیاس نصوص سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر اگر اس موضوع خبر کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ہمارے حق میں حجت ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فیصلہ دیا کہ جو کوئی مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی اور جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امام ہیں کہ کوئی ایسی امامت ہو ہی نہیں سکتی جو ان کی امامت کو تسلیم نہ کرتی ہو اور ان کو امام نہ مانتی ہو۔

جناب اقدس تو وہ امام ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یومئذ عول الناس بآمالہم یعنی جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ذریعے بلائیں گے۔ پس آپ ہی انتشار اللہ ہمارے امام ہونگے

اور امام ہیں اور ہم اللہ کو اس پر گواہ کرتے ہیں۔ باقی جتنے لوگ ہیں ہمارا کوئی امام نہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے سوائے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں جناب اقدس کے سوائے دوسرے امام نے نام سے نہ پکارا جائے۔

جہاں تک امام مالک کے قول کا تعلق ہے تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایسی تقسیم کی ہے جس کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان سے پہلے کسی نے کی ہو۔ نہ قرآن نے یہ تقسیم کی ہے۔ نہ سنت نے نہ کمزور روایت نے کی ہے۔ نہ قیاس ہی سے یہ تقسیم ہوتی ہے عجیب بات یہ ہے کہ جو موات آبادی کے قریب ہے جس کا کوئی مالک نہیں اس کو آباد کرنے والے کو امام مالک اس زمین کا مالک نہیں قرار دیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مالک قرار دیتے ہیں۔ مزید اللہ تعالیٰ نے مال مملکہ کو قرآن میں حرام قرار دیا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بھی جبکہ اعلان کر دیا کہ: ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام۔ پس جو اس کو حاصل کرے اس کو اس کی ملک قرار دے دیا۔ جیسا کہ ہم قول بیان کر چکے ہیں کہ موات جب آباد ہو جائے پھر غیر آباد ہو جائے اور مرہ ہو جائے۔ جیسی کہ شکار کی مثال ہے کہ قبضہ کے بعد وہ بھاگ جائے۔ بھاگ جانے یا شکل الوصول پہنچنے سے ملک زائل نہ قرآن سے ہوتی ہے نہ سنت سے نہ کمزور روایت سے اور نہ قیاس سے نہ ایسی رائے سے جس کی کوئی دلیل ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو زمین آبادی سے قریب ہے جس میں ان لوگوں کا پھرنا اور آنا جانا ہے۔ اس میں دو چیزیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اس میں آبادی والوں کا ضرر ہے۔ یا دوسری یہ کہ اسی جگہ کی آباد کاری سے بستی والوں کا کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ اگر اس قریبی زمین سے بستی والوں کا ضرر ہوتا ہے تو امام کے لیے کیے جانے ہو سکتا ہے کہ وہ اس زمین کو کسی کو دے دے اور نہ یہ کہ آباد کاری کی اجازت دے کہ بستی والوں کو ضرر پہنچائے اور اگر آباد کاری سے بستی والوں کو ضرر نہیں پہنچتا تو پھر اس کی آباد کاری اور دور کی زمین کی آباد کاری میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ ایسی تفریق پھر کیوں کی جاتی ہے۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ امام کو اس معاملے میں کوئی اختیار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح البیوسف اور جن بن حجاج کی رائے بھی فاسد ہے کیونکہ اس کی بھی کوئی برہان نہیں ملتا قط ہے۔

پھر ابن حزم کہتے ہیں کہ ہمارے قول کی برہان یہ ہے کہ حضرت عائشہ ام المومنین روایت کرتی

ہیں جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے ایسی مردہ زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہیں تو اس کا حق اس زمین پر خالق ہے۔

بخاری کی حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسی زمین کو آباد کیا کہ جو کسی کی ملکیت نہیں تو وہی اس کا سب سے حقدار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ خبر یحییٰ روایت ہمارے قول کی نص ہے اور یہی اس قول کو باطل اور رد کرتی ہے جو یہ کہتے کہ غیر نبی کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کیا جاسکتا۔ یا عمومی طور سے یا کسی مقام پر کیا جاسکتا ہے اور کسی دوسرے مقام پر نہیں کیا جاسکتا۔ پھر جن کا یہ قول ہے کہ جس نے مردہ زمین کو آباد کیا اور پھر بالآخر وہ مہلت بعد دوبارہ مردہ ہوگئی تو وہ اس کی ہو جائے گی جو اسے دوبارہ آباد کرے گا۔ (ان کو ہم کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی مومن یا مومنہ کے لیے یہ نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اس کا خلاف کریں کیونکہ اللہ اور رسول کے فیصلہ کے بعد انہیں کوئی اختیار ہی باقی نہیں رہتا۔ پس یہ بات صحیح طور سے ثابت ہوگئی کہ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا یا کوئی چیز کسی کو دے دی تو پھر کسی کے لیے اعتراض کا اختیار باقی نہیں رہتا چاہے وہ امام ہو چاہے نہ ہو۔ اور نہ اس کا اختیار رہتا ہے کہ وہ اس میں کوئی حکم داخل کرے متصل سند سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور صحابہ میں سے کسی نے بھی حضرت عمرؓ کے خلاف رائے ظاہر نہیں کی۔

شہام بن عروہ۔ والد کے طریق پر روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے مردہ زمین کو آباد کیا وہ اس کی ہوگئی اور ظالم کا اس پر کوئی حق نہیں... عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ العرق الظالم وہ شخص ہے جو کسی ایسی زمین کو آباد کرے جو مردہ یا خراب ہوچکی ہو جبکہ وہ دوسرے کی تھی اور وہ اسے آباد کرنے سے عاجز رہے اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مردہ ہوگئی۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ عروہ ہیں جنہوں نے عرق ظالم کی تشریح اور صفت بیان کی۔ اور اس کو مالکی جابر قرار دے رہے ہیں... جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مردہ زمین کو آباد کرے تو اس کو اجر ملے گا اور جو اس فصل سے جانور وغیرہ کچھ کھائیں گے تو وہ صدقہ کا ثواب پائے گا۔

ابن حزم کہتے ہیں کسی ایسے معاملہ میں جس میں کہ اجر ہوا اور صدقہ بھی ہوا امام کی رائے لینا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر امام منع کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوگا۔

..... عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ زمین اللہ کی زمین ہے اور بندے اللہ کے بندے ہیں۔ جو مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ ہی اس کا حقدار ہے۔ یہ بات ہمیں ان لوگوں نے بتائی جنہوں نے یہ بتایا کہ نماز فرض کا حکم جناب اقدس نے دیا۔
..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ محی صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے پس صحیح طور سے ثابت ہو گیا کہ امام کے لیے جائز نہیں کہ زمین کے کسی قطعہ کو خاص کرے۔

عروہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی دوسرے کی زمین میں کھجور کے درخت لگا دیے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ زمین مالک کو دی جائے اور کھجوروں والے کو کہا کہ اپنے درخت وہاں سے نکال لے جائے۔

..... غالباً سعید الخدری نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کھجوروں کے درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا

چلا رہا تھا.....

برٹریٹڈ رسل نے لکھا ہے کہ یورپ میں حکومت پرستی State worship کا طریقہ رومیوں کے زمانے سے جاری ہے ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی لٹریچر میں آتا ہے کہ بادشاہ غلطی نہیں کر سکتا۔ بادشاہ مزا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہم مسلمان کیونکہ یورپ سے متاثر ہیں اس لیے سوچتے ہیں کہ سب اختیار حکومت کا ہوتا ہے لیکن اسلام میں ایسا نہیں۔ احیاء الموات کے متعلق آپ سن چکے ہیں اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ:

يسعى بذهمتهم ادناهم

یعنی مسلمانوں کا ادنے سے ادنے آدمی بھی غیر مسلم کو امان دے سکتا ہے۔

اس حدیث کی وجہ سے مسلمانوں میں اس پر اجماع کہ آزاد یا غلام ہر مسلمان مرد یا عورت عین جنگ کے موقع پر جس کا فکر چاہے یا ان کے پورے قلعہ کو امان دے سکتا ہے۔ ام ہانی نے ایسے شخص کو امان دی جس کو حضرت علیؓ فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنا چاہتے تھے اس امان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کہا۔

امام محمدؒ نے کتاب شرح اسیر الکبیر میں باقاعدہ ایک باب باندھا ہے۔ جس میں کہا ہے کہ اگرچہ عام مسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ بغیر کمانڈر کی اجازت کے کسی غیر مسلم کو امان دیں۔ لیکن اگر کوئی امان بغیر امام کی اجازت کے دے گا تو اس کی امان جائز اور نافذ ہوگی۔ اگر عام مسلمان ایسی امان دے دے جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو تو امام غلطی پر اس عامی کو سزا دے سکتا ہے لیکن امان ہر حال میں جائز ہوگی۔

مزید یہ کہ اگر امام اعلان کر دے کہ کوئی شخص میری اجازت کے بغیر امان دے گا تو وہ امان باطل ہوگی۔ اس اعلان کے بعد اگر کوئی مسلمان عامی امان دے دے گا تب بھی وہ امان جائز اور لاگو ہوگی کیونکہ امان دینے کا اختیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے اس کو کوئی امام اعلان کے ذریعے باطل نہیں کر سکتا ہے۔ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ ہر انسان پر فرض کفایہ ہے کہ وہ حسب الامکان عدل نافذ کرے اور حسب امکان ظلم کو رفع کرے (فتاویٰ : ۳۰ : ۳۵۷)

ہمارے ملک میں سرکاری افسر بھی نفاذ عدل اور رفع ظلم میں دلچسپی نہیں لیتے اور اسمبلی کے ممبران بھی۔ پوزیشن یہ سمجھتی ہے کہ ہمارا کام صرف حکومت پر اعتراض کرنا اور ذاتی کام کر دانا ہے۔ حالانکہ پوزیشن کا بھی اسی طرح فرض ہے کہ ان میں سے بھی ہر ایک حسب امکان عدل نافذ کرے اور حسب امکان ظلم کو رفع بھی کرے۔ اس سلسلے میں اپنے اثر و رسوخ کو بھی استعمال کرنا چاہیے۔ یہ کام سب کا فرض ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ صرف حکام یا پولیس ہی کا فرض نہیں۔